فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۰۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا یہ ثابت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اکیلے خیبر کا دروازہ اکھیڑ دیا؟

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بسالت کا انکار کوئی کافر ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین قوت بھی عطا فرمائی تھی۔

حقیقی ہیرو کو کسی جھوٹی فضیلت و منقبت کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن ہمیشہ سے لوگوں کا یہ چلن رہا ہے کہ وہ اپنی من پسند شخصیت کے بارے میں جھوٹی باتیں مشہور کر دیتے ہیں، جو اکثر اوقات اس شخصیت کی سیرت کو نکھارنے کے بجائے لوگوں کے ذہنوں میں اس کا غلط تصور بٹھاتی ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایک ایسی ہی بات مشہور ہے۔ وہ یہ کہ خیبری دروازہ جسے بہت سارے لوگ مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے، انہوں نے اکیلے ہی اٹھا کر پھینک دیا تھا۔ یہ واقعہ غیر ثابت اور غیر معتبر ہونے کے ساتھ ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک مافوق الفطرت مخلوق ہونے کا تصور بھی پیدا کرتا ہے۔

اس سلسلے میں کل چار روایات آتی ہیں؛ تین اہل سنت کی کتب میں اور ایک روافض کی کتب میں۔ آیئے اصولِ محدثین کی روشنی میں ان سب کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے **منسوب** ہے:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ حِينَ بَعَثَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِرَأْيَتِهٖ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْحِصْنِ؛ خَرَجَ إِلَيْهِ أَهْلُهٗ فَقَاتَلَهُمْ، فَضَرَبَهٗ رَجُلٌ مِّنْ يَّهُودَ، فَطَرَحَ تُرْسَهٗ مِنْ يَّدِهٖ، فَتَنَاوَلَ عَلِيٌّ بَابًا كَانَ عِنْدَ الْحِصْنِ، فَتَرَّسَ بِهٖ نَفْسَهٗ، فَلَمْ يَزَلْ فِي يَدِهٖ وَهُوَ يُقَاتِلُ، حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَلْقَاهُ مِنْ يَّدِهٖ حِينَ فَرَغَ، فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي نَفَرٍ مَّعِي سَبْعَةٌ؛ أَنَا ثَامِنُهُمْ، نَجْهَدُ عَلٰى أَنْ نَّقْلِبَ ذٰلِكَ الْبَابَ، فَمَا نَقْلِبُهٗ.

''ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ (خیبر کے قلعہ کی طرف) نکلے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جھنڈا دے کر بھیجا تھا۔ جب ہم قلعہ کے پاس پہنچے، تو قلعہ والے لوگ باہر آئے، ان کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی، ایک یہودی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال ہاتھ سے گر گئی۔ انہوں نے قلعہ کا دروازہ اکھیڑ کر اس سے ڈھال کا کام لیا۔ وہ دروازہ دورانِ قتال مستقل طور پر ان کے ہاتھ میں رہا، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرما دی۔ جنگ سے فارغ ہو کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ میں نے دیکھا کہ سات آدمیوں نے، جن کے ساتھ آٹھواں میں تھا، اس دروازے کو ہلانے میں ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا، لیکن ہم اسے ہلا بھی نہیں سکے۔''

(مسند الإمام أحمد :8/6، دلائل النبوّة للبيهقي : 212/4، سيرة ابن هشام : 350، 349/6، تاريخ ابن عساكر : 111/42)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے، اس میں مبہم و نامعلوم راوی ہیں۔

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ رَاوٍ لَّمْ يُسَمَّ .

''اس میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔''

(مَجمع الزوائد : 152/6)

دلائل النبوۃ للبیہقی کی سند میں عبد اللہ بن حسن کا واسطہ گر گیا ہے۔

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْخَبَرِ جَهَالَةٌ وَّانْقِطَاعٌ ظَاهِرٌ .

''اس روایت میں جہالت اور واضح انقطاع ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 191/4)

② سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

إِنَّ عَلِيًّا حَمَلَ الْبَابَ يَوْمَ خَيْبَرَ، حَتّٰى صَعِدَ الْمُسْلِمُونَ فَفَتَحُوهَا، وَإِنَّهٗ جُرِّبَ، فَلَمْ يَحْمِلْهُ؛ إِلَّا أَرْبَعُونَ رَجُلًا .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دن قلعے کے دروازے کو اٹھا لیا، حتی کہ مسلمانوں نے چڑھائی کر کے اسے فتح کر لیا۔ تجربہ کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ اس دروازے کو چالیس افراد ہی اٹھا سکتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 84/12، تاريخ بغداد للخطيب : 324/1، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 111/42)

تبصرہ:

سند ضعیف ہے۔لیث بن ابی سلیم ''ضعیف وسیء الحفظ'' ہے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجَمَاهِيرُ .

''اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(شرح صحيح مسلم :52/1)

۞ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المغني : 187/2، تخريج أحاديث الإحياء : 1817)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ .

''جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(البدر المُنير : 104/2-227/7)

۞ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔''

(مِصباح الزُّجاجة : 542)

۞ علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي الزَّوَائِدِ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''زوائد میں ہے کہ اس میں لیث بن ابی سلیم ہے، اور اس کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(حاشية السندي على ابن ماجه :1891)

۞ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ لَيْثَ بْنَ أَبِي سُلَيْمٍ مُّتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ .

''لیث بن ابی سلیم کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام کا اتفاق ہے۔''

(الحاوي للفتاوي : 3/7-8)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى ضَعْفِهٖ، وَاضْطِرَابِ حَدِيثِهٖ، وَاخْتِلَالِ ضَبْطِهٖ .

''اہل علم کا اس کے ضعیف ہونے، اس کی حدیث کے مضطرب ہونے اور اس کے حافظے کے خراب ہونے پر اتفاق ہے۔''

(تهذيب الأسماء واللّغات :1/597)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْتُ أَحَدًا صَرَّحَ بِأَنَّهٗ ثِقَةٌ .

''میرے علم کے مطابق کسی نے اس کے ثقہ ہونے کی صراحت نہیں کی۔''

(زوائد مسند البزّار : 2/403)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : 3/113)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ ضَعْفٌ أَيْضًا .

''اس میں بھی ضعف ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 4/191)

③ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہی سے منسوب ہے:

إِنَّ عَلِيًّا لَمَّا انْتَهٰى إِلَى الْحِصْنِ؛ اجْتَبَذَ أَحَدَ أَبْوَابِهِ، فَأَلْقَاهُ بِالْأَرْضِ، فَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ بَعْدَهٗ مِنَّا سَبْعُونَ رَجُلًا، فَكَانَ جُهْدُهُمْ أَنْ أَعَادُوا الْبَابَ .

''جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ قلعہ کے پاس پہنچے، تو انہوں نے قلعہ کے ایک دروازے کو اکھیڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ اس کے بعد ہم میں سے ستر آدمیوں نے بڑی کوشش کر کے اس کو واپس اپنی جگہ پر رکھا۔''

(دلائل النبوّة للبيهقي : 4/212، المَقاصد الحَسَنة للسّخاوي : 313)

تبصرہ:

سند باطل ہے۔ حرام بن عثمان ''ضعیف و متروک'' ہے۔

❀ اسے امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام یعقوب فسوی، امام دارقطنی، امام ابن حبان، امام ابن سعد، امام یحییٰ بن معین اور علامہ جوزجانی رحمہم اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَتْرُوكٌ بِاتِّفَاقٍ، مُبْتَدِعٌ .

''یہ بالاتفاق متروک اور بدعتی ہے۔''

(ديوان الضُّعفاء : 859)

نوٹ:

دلائل النبوۃ للبیہقی والی روایت میں چالیس مردوں کا ذکر ہے۔

✿ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(دلائل النّبوة : 212/4)

④ جعفر صادق رحمہ اللہ سے منسوب ہے، وہ اپنے آبا سے بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف کو خط لکھا:

وَاللّٰهِ، مَا قَلَعْتُ بَابَ خَيْبَرَ، وَرَمَيْتُ بِهِ خَلْفَ ظَهْرِي أَرْبَعِينَ ذِرَاعًا بِقُوَّةٍ جَسَدِيَّةٍ وَّلَا حَرَكَةٍ غَذَائِيَّةٍ، لٰكِنِّي أُبْدِتُّ بِقُوَّةٍ مَّلَكُوتِيَّةٍ نُفِّسَ بِنُورِ رَبِّهَا مُضِيَّةٍ، وَأَنَا مِنْ أَحْمَدَ كَالضَّوْءِ مِنَ الضَّوْءِ .

''اللہ کی قسم! میں نے جو خیبر کے دروازے کو اکھیڑا اور اپنے پیچھے کی طرف چالیس گز کے فاصلے پر پھینک دیا، یہ نہ جسمانی قوت تھی اور نہ خوراک کی طاقت، بلکہ یہ ایک ملکوتی ونورانی قوت تھی، جو میرے رب نے مجھے عطا کی تھی۔ میری احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے، جو روشنی کو روشنی سے ہوتی ہے۔''

(بَحار الأنوار للمَجلسي الرّافضي :26/21)

تبصرہ:

جھوٹ ہے۔

① امام جعفر کے آبا نامعلوم و ''مجہول'' ہیں۔

② محمد بن محصن اسدی عکاشی ''متروک وکذاب'' ہے۔

③ یونس بن ظبیان کے اہل سنت کی کتب سے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔ کتبِ رجالِ شیعہ میں بھی اس پر جرح ہے۔

④ علی بن احمد بن موسیٰ بن عمران دقاق کی اہل سنت اور شیعہ کتبِ رجال میں توثیق نہیں مل سکی۔

⑤ محمد بن ہارون مدنی بھی ''مجہول'' ہے۔

⑥ ابو بکر عبید اللہ بن موسیٰ خباز حبال طبری کی اہل سنت اور شیعہ کتب رجال میں توثیق مذکور نہیں، لہٰذا یہ ''مجہول'' ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأُمُورُ الْمَذْكُورَةُ كَذِبٌ مُخْتَلَقٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْإِيمَانِ.

''ان مذکورہ امور (جن میں خیبر کے دروازے کو اکھاڑنے کا بھی ذکر ہے۔) کے جھوٹ اور من گھڑت ہونے پر اہل علم اور مؤمنوں کا اتفاق ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 491/4)

❁ مؤرخ علامہ مقریزی رحمہ اللہ (۸۴۵ھ) فرماتے ہیں:

زَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّ حَمْلَ بَابِ خَيْبَرَ لَا أَصْلَ لَهٗ.

''بعض محدثین تو کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھانے کے واقعہ کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔''

(إمتاع الأسماع: 310/1)

❁ علامہ سخاوی رحمہ اللہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

بَلْ كُلُّهَا وَاهِيَةٌ، وَلِذَا أَنْكَرَهٗ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ.

''اس کے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں اس لئے بعض علما نے اس واقعے کا انکار کیا ہے۔''

(المَقاصد الحَسنة : 313، تذكرة الموضوعات للفتني، ص 96)

الحاصل:

یہ واقعہ ثابت نہیں، فضیلت وہی ہے، جو معتبر سندوں سے ثابت ہو۔

سوال: کیا میت کی طرف سے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: میت کی طرف سے نماز پڑھنا غیر ثابت ہے، اس کے متعلق ایک روایت منقول ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

مَنْ يَّضْمَنُ لِي مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ، أَوْ أَرْبَعًا، وَّيَقُولَ : هٰذِهِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ؟

''کون ضمانت دیتا ہے کہ وہ مسجد عشار میں دو یا چار رکعت پڑھے گا، پھر کہے گا کہ یہ ابو ہریرہ کے لیے ہیں؟''

(سنن أبي داوٗد : 4308)

روایت ضعیف ہے۔ ابراہیم بن صالح بن درہم باہلی کمزور راوی ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''اس کی روایات کی متابعت نہیں کی جاتی۔''

(التّاريخ الكبير :293/1)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''الضعفاء والمتروکون'' (26) میں ذکر کیا ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ لِيْنٌ .

''اس میں کمزوری ہے۔''

(الكاشف :38/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ ضَعْفٌ .

''اس میں ضعف ہے۔''

(تقريب التّهذيب :186)

اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۶/ ۱۵'' میں ذکر کیا ہے۔

۞ اس حدیث کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدْيْثُ بِأَيِّ إِسْنَادٍ كَانَ، فَهُوَ مَنْكَرٌ .

''یہ حدیث جس سند سے بھی آئی ہے، منکر ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 29/3)

۞ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(جامع الأحاديث للسّيوطي : 7174)

۞ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِبْرَاهِيْمُ وَأَبُوْهُ لَيْسَا بِمَشْهُوْرِيْنَ بِنَقْلِ الْحَدِيْثِ، وَالْحَدِيْثُ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ .

''ابراہیم اور اس کا باپ دونوں نقل حدیث میں معروف نہیں ہیں، چنانچہ یہ

حدیث غیر محفوظ ہے۔''

(الضّعفاء الکبیر :551)

ان ائمہ کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ یہ روایت ثابت نہیں، لہٰذا اس کی بنیاد پر میت کی طرف سے نماز پڑھنے کا ثبوت فراہم کرنا درست نہ ہوا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَّلَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلٰكِنْ يُطْعِمُ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مُدًّا مِّنْ حِنْطَةٍ .

''کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے، نہ روزہ رکھے، بلکہ (روزے کی جگہ) اس کی طرف سے مستحقین کو ہر روز گندم کا ایک مد کھلائے۔''

(السّنن الکبرٰی للنّسائي : 2918، وسندہٗ صحیحٌ)

اس پر اجماع ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَلَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''امت کا اجماع ہے کہ کوئی کسی کی طرح سے ایمان نہیں لا سکتا اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے۔''

(شرح صحیح البخاري : 4/101)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّهٗ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ فَرْضًا عَلَيْهِ مِنَ

الصَّلَاةِ وَلَا سُنَّةً وَّلَا تَطَوُّعًا لَا عَنْ حَيٍّ وَّلَا عَنْ مَيِّتٍ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی کسی زندہ یا مردہ کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا، وہ نماز فرض ہو، سنت ہو یا نفل۔''

(الاستذكار : 340/3)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوْا أَنَّهٗ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔''

(عمدة القاري : 125/9)

فائدہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے ہے:

أَمَرَ ابْنُ عُمَرَ امْرَأَةً، جَعَلَتْ أُمُّهَا عَلٰى نَفْسِهَا صَلَاةً بِقُبَاءٍ فَقَالَ : صَلِّي عَنْهَا .

''ایک خاتون نے نذر مانی تھی کہ قبا میں نماز پڑھیں گی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیٹی کو حکم دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے نماز پڑھے۔''

(صحيح البخاري، قبل الحديث : 6698)

اس کی سند نہیں مل سکی، نیز اس کا تعلق نذر کی نماز سے ہے، عام نماز سے نہیں۔

سوال: کیا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی؟

جواب: نماز کی فرضیت کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت نہیں، کیونکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز کی فرضیت سے پہلے وفات پا چکی تھیں۔

بعض نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نماز کی فرضیت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ یہ دعویٰ غلط ہے، کسی قابل اعتبار نے اس بارے میں اجماع نقل نہیں کی۔

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

حِكَايَتُهُ الْإِجْمَاعَ عَلٰى صَلَاةِ خَدِيجَةَ مَعَهٗ بَعْدَ فَرْضِ الصَّلَاةِ غَلَطٌ مَحْضٌ، وَلَمْ يَقُلْ هٰذَا أَحَدٌ مِمَّنْ يُعْتَدُّ بِقَوْلِهٖ.

''اس پر اجماع نقل کرنا کہ نماز کی فرضیت کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے، غلط محض ہے، کسی قابل اعتماد شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔''

(فتح الباري: 307/2)

سوال: جس نے بھول کر بغیر وضو نماز پڑھ لی، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: وہ نماز دہرائے گا، کیونکہ بغیر وضو نماز نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ.

''اللہ تعالیٰ بے وضو انسان کی نماز قبول نہیں کرتا، تا آنکہ وہ وضو کر لے۔''

(صحيح البخاري: 6954، صحيح مسلم: 225)

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ.

''بغیر وضو نماز قبول نہیں ہوتی۔''

(صحيح مسلم : 224)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ صَلّٰى بِغَيْرِ طَهَارَةٍ نَاسِيًا فَإِنَّ عَلَيْهِ الْإِعَادَةَ بِالْإِجْمَاعِ .

”جس نے بھول کر بغیر وضو نماز پڑھ لی، وہ نماز دہرائے گا، اس پر اجماع ہے۔“

(فتح الباري : 433/5)

سوال: صحابہ میں سب سے افضل اور سب سے بڑے عالم کون تھے؟

جواب: صحابہ میں افضل ترین اور سب سے بڑے عالم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ کئی نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں۔

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي قَالَ : مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ : فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهٗ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ : وَاللّٰهِ، مَا بِي إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ يَتَشَاءَ مَ النَّاسُ، بِأَوَّلِ مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ : فَرَاجَعْتُهٗ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ : لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب

ہیں، قرآن پڑھتے ہیں تو آنسوؤں پر کنٹرول نہیں رہتا۔ کسی اور کو حکم دے دیں، تو اچھا ہو۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر سب سے پہلے کھڑے ہونے والے کے بارے میں بدشگونی کریں، میں نے رسول ﷺ سے دو تین بار تکرار کیا، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں، آپ تو صواحب یوسف علیہ السلام جیسی ہو۔''

(صحيح البخاري : 679، صحيح مسلم : 418، واللفظ لهٗ)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَوَاتِرٌ .

''یہ حدیث متواتر ہے۔''

(تاريخ الخلفاء، ص 52)

علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ مُسْتَنَدُ الْإِجْمَاعِ .

''خلافت ابی بکر پر اجماع کی دلیل یہ حدیث ہے۔''

(المُعتبَر في تخريج أحاديث المِنهاج والمُختصَر، ص 93)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصُودُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ إِمَامًا لِّلصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ فِي الصَّلَاةِ الَّتِي هِيَ أَكْبَرُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ الْعَمَلِيَّةِ .

قَالَ الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيُّ : وَتَقْدِيمُهٗ لَهٗ أَمْرٌ مَعْلُومٌ

بِالضَّرُورَةِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ، قَالَ: وَتَقْدِيمُهُ لَهُ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهُ أَعْلَمُ الصَّحَابَةِ وَأَقْرَؤُهُمْ لِمَا ثَبَتَ فِي الْخَبَرِ الْمُتَّفِقِ عَلٰى صِحَّتِهٖ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَكْبَرُهُمْ سِنًّا، فَإِنْ كَانُوا فِي السِّنِّ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ مُسْلِمًا.

قُلْتُ: وَهٰذَا مِنْ كَلَامِ الْأَشْعَرِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ مِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يُكْتَبَ بِمَاءِ الذَّهَبِ ثُمَّ قَدِ اجْتَمَعَتْ هٰذِهِ الصِّفَاتُ كُلُّهَا فِي الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ.

''مقصود یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے تمام صحابہ کا امام مقرر فرمایا، نماز اسلام کا وہ رکن ہے، جو تمام عملی ارکان سے بڑا ہے۔ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنا دین اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، اس میں دلیل ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام سے بڑے عالم اور قاری تھے، کیونکہ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوم کی امامت وہ کرے، جو کتاب اللہ کا بڑا قاری ہو، اگر سب قرأت میں برابر ہوں، تو سنت کا زیادہ عالم، اگر سنت کے علم میں سب برابر ہوں، تو عمر میں بڑا اور اگر عمر میں برابر ہوں، تو پہلے اسلام لانے والا شخص امامت کرے۔ میں کہتا ہوں کہ ابوالحسن

اشعری رحمہ اللہ کا یہ قول آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے، پھر یہ سب صفات سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں جمع تھیں۔''

(البِداية والنّهاية : 265/5)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

حِينَ لَمْ يَكُنْ نَصٌّ، اِسْتَدَلُّوا بِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ بِالصَّلَاةِ بِالْمُسْلِمِينَ فِي مَرَضِهِ عَلٰى إِمَامَتِهٖ، مَعَ مَا عَرَفُوا مِنْ آلَتِهٖ وَكِفَايَتِهٖ وَاسْتِجْمَاعِهٖ شَرَائِطَ الْإِمَامَةِ .

''جب (خلافت کے لیے صریح) نص نہ تھی، تو صحابہ کرام نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر استدلال یوں کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض وفات میں آپ کو ہی مسلمانوں کی امامت کرانے کا حکم دیا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام جانتے تھے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سخی ہیں، بے نیاز وقناعت شعار ہیں اور آپ میں خلافت کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔''

(شعب الإيمان : 463/9)

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ الْبُخَارِيُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰى أَنَّ أَهْلَ الْفَضْلِ وَالْعِلْمِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ مِنْ غَيْرِهِمْ؛ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ مِنْ بَيْنِ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ بِالصَّلَاةِ بِالنَّاسِ، وَرُوجِعَ فِي ذٰلِكَ مِرَارًا وَهُوَ يَأْبٰى إِلَّا تَقْدِيمَهٗ فِي الصَّلَاةِ

عَلٰی غَیْرِہٖ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَإِنَّمَا قَدَّمَهٗ لِعِلْمِہٖ وَفَضْلِہٖ؛ فَأَمَّا فَضْلُهٗ عَلٰی سَائِرِ الصَّحَابَةِ فَهُوَ مِمَّا اجْتَمَعَ عَلِيهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَأَمَّا عِلْمُهٗ فَكَذٰلِكَ، وَقَدْ حَكٰی أَبُو بَكْرٍ ابْنُ السَّمْعَانِيِّ وَغَيْرُهٗ إِجْمَاعَ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلِيهِ أَيْضًا.

''اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ اہل علم اور اہل فضل امامت کے زیادہ حق دار ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امامت کرانے کا حکم دیا، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی بار مراجعت بھی کی گئی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار انکار کرتے ہوئے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امامت میں دیگر صحابہ پر مقدم کرتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کے علم اور فضل کی وجہ سے مقدم کیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ میں افضل ہونا اہل سنت والجماعت کے ہاں اتفاقی و اجماعی مسئلہ ہے، اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ تمام صحابہ میں زیادہ علم والے بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، ابو بکر ابن سمعانی رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔''

(فتح الباري : 112/6)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

تَرْكُ الْإِجْمَاعِ ضَلَالٌ.

''اجماع کو ترک کرنا گمراہی ہے۔''

(كَشف المُشكِل :64/1)

سوال: کیا مسافر پوری نماز پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): سفر میں پوری نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

❁ عبدالرحمٰن بن یزید نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقِيلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

''سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہمیں منی میں چار رکعت نماز پڑھائی، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے پوچھا گیا، تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے منی میں دو دو رکعت ادا کیں۔ کاش کہ ان چار رکعات میں سے میری دو رکعت ہی قبول ہو جائیں۔''

(صحيح البخاري: 1084، صحيح مسلم: 695)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ يَجُوزُ لِلْمُسَافِرِ إِتْمَامُ الصَّلَاةِ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ مَا أَقَرُّوا عُثْمَانَ عَلَيْهِ.

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ مسافر کے لیے پوری نماز پڑھنا (بھی) جائز

ہے،اگرایسانہ ہوتا،توصحابہ کرام سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کواس عمل پر برقرار نہ رہنے دیتے۔‘‘

سوال: کیا سورت بقرہ کو’’سورت بقرہ‘‘ کہا جا سکتا ہے؟

جواب: سورت بقرہ کو’’سورت بقرہ‘‘ کہنا جائز ہے۔بعض کہتے ہیں کہ یہ نہیں کہنا چاہیے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ’’وہ سورت،جس میں گائے کا ذکر ہے۔‘‘ یہ محض تکلف ہے، دراصل’’سورت بقرہ‘‘ سے بھی یہی مراد ہوتا ہے۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے’’سورت بقرہ‘‘ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(صحيح البخاري : 4008 ، صحيح مسلم : 807)

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین’’سورت بقرہ‘‘ کا لفاظ استعمال کرتے رہے ہیں،کسی نے نکیر نہیں کی۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ رَدٌّ عَلٰى أَقْوَامٍ قَالُوا : لَا يُقَالُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ، وَإِنَّمَا يُقَالُ : السُّورَةُ الَّتِي تُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ، لِأَنَّهُ قَالَ : الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ .

’’اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے، جو کہتے ہیں کہ’’سورت بقرہ‘‘نہیں کہنا چاہیے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ’’وہ سورت،جس میں بقرہ (گائے) کا ذکر ہے۔‘‘ کیونکہ صحابی نے فرمایا ہے:جس ہستی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پرسورت بقرہ نازل ہوئی ہے۔‘‘

(كشف المشكل :1/277)